امریکہ اور برطانیہ) کا ضمیر اس کی بقا میں لگا ہوا ہے۔ بے لگام صدر صدّام اردن کے راستے اس پر چڑھائی کر سکتا تھا اور تیسری چیز اقوام کے درمیان عمومی نظم و ضبط کا قیام ہے۔ اگر کویت پر چڑھائی کو چیک نہ کیا جائے تو بین الاقوامی ڈاکہ زنی کو لائسنس مل جائے گا۔

اخلاقی لحاظ سے مشکل یہ ہے کہ یہ تمام مسائل اور بالخصوص پہلا ایک حد تک ذاتی مفاد پر مبنی ہیں اور ذاتی مفاد کی بودی بنیاد پر بیرون ملک اور گھر میں لاکھوں انسانوں کو جنگ کے مصائب میں مبتلا کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ یہ ایک بڑی دلیل تھی جو اقوام متحدہ کے فیصلوں کے سلسلے میں انتظار کا تقاضہ کرتی ہے۔ اس کی روشنی میں وہ مفاد جسے حاصل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے ایک عام سی وجہ قرار پاتا ہے۔ فوجی کارروائی میں اخلاقی مشکل کا پہلو بھی شامل ہے۔ فوجوں کے سربراہ ہر روز اپنی حکومتوں کو یہ یقین دہانی کرانے کے لیے تیار رہتے ہیں کہ تیز رفتار اور قدرے کم خونریز فتح قابلِ حصول ہے۔ لیکن تاریخ اس دعوے کی تصدیق نہیں کرتی۔ کم ہی جنگیں مختصر تھیں اور ان سے بھی کم ایسی تھیں جن کے نتائج تھوڑا عرصہ باقی رہے۔ یہ تاثر کہ عراق سے باہر حتّٰی کہ اندرونِ ملک کے عرب عوام اہلِ مغرب کا ساتھ دیں گے، غالباً خوش فہمی پر مبنی ہے۔ مختلف وجوہ کی بنا پر وہ مقامی دشمنوں کے مقابلے میں، برطانیہ اور امریکہ کے زیادہ خلاف ہیں۔ جدید جنگ میں شہریوں کے رواں دواں تکلیف دہ مسائل میں مغربی یرغمالیوں کے باعث مزید اضافہ ہوگیا ہے۔ یہ تمام عناصر فوجی حل کے سلسلے میں تنبیہ کا پہلو رکھتے ہیں۔

دوسرے راستے کا انتخاب فوجی دھمکی کا منطقی نتیجہ ہے۔ آپ نے مشروط دھمکی جاری کی، آپ کی شرائط پوری نہ ہوئیں، اب مستقبل کا اعتبار یہ تقاضا کرتا ہے کہ دھمکی پر عمل درآمد ہونا چاہیے۔ فوجوں کا اجتماع بالکل یہی راستہ اختیار کر رہا ہے۔ لیکن ان ترغیبات کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا مقصد واقعات کے ہاتھوں مغلوبیت ہے۔ سفارت کاری کا شعبہ اسی قسم کی بے بسی میں کام آتا ہے۔ یوں جنگ کا سبب کہیں ثابت نہیں ہوتا۔

ذرائع ابلاغ پیچیدہ صورتِ حال کو سادہ انداز میں پیش کر رہے ہیں

گلاسگو کے آرچ ڈایوسس (ARCHDIOCESE) کی طرف سے ستمبر کے اوائل میں جاری کردہ ایک سخت بیان میں خبردار کیا گیا ہے کہ کویت کے خلاف جارحیت اور یرغمالیوں کے بزدلانہ اقدامات ہمیں اس بات پر آمادہ نہ کریں کہ ہم صدر متراں کے بقول "جنگ کی منطق"

کے دام میں آجائیں۔ آرچ ڈایوسس کے اخبار فلورش کا ایک اداریہ نویس لکھتا ہے کہ ذرائع ابلاغ اپنی بھونڈی مہم کے ذریعے ایک پیچیدہ صورت حال کو نہایت سادہ انداز میں پیش کر رہے ہیں اور تمام عراقیوں کے خون کے پیاسے بن کر اس منطق کے مقصد کو منحوس برق رفتاری سے پورا کر رہے ہیں۔ اگرچہ اخبار کے اس اداریے پر کسی کا نام نہیں ہے۔ لیکن جریدے "دی یونیورس" کے مطابق یہ عموماً آرچ بشپ تھامس وننگ کے خیالات کی ترجمانی کرتا ہے۔

اداریے میں مزید کہا گیا ہے کہ "تشدد تشدد کو جنم دیتا ہے"۔ یہ انسان کو بدعنوان اور بے حس بناتا ہے۔ اس میں مسائل کا گہرائی میں جائزہ لینے کی بجائے ایک جارح کو دوسرے سے تبدیل کرنے کا جبلی خطرہ پایا جاتا ہے" اگر مغرب فوجی کارروائی کرنے کا فیصلہ کرتا ہے تو یہ بذاتِ خود کوئی مقصد نہیں ہو سکتا۔ "متلوّن شرقِ اوسط میں، جہاں پھر سے زندہ ہونے والی اسلامی "بنیاد پرستی" خوفناک عالمی نتائج کے ساتھ نہایت آسانی سے بھڑک سکتی ہے۔ مغربی اقتصادی مفاد کو اس بات کی اجازت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ کسی ایسے فیصلے میں جس کا مقصد تشدّد شروع کرنا ہو، فیصلہ کن عنصر بن جائے۔

مضمون میں انتظار کی حکمتِ عملی پر زور دیتے ہوئے بین الاقوامی رویّے کے اس افسوس ناک پہلو کا حوالہ دیا گیا ہے جس کے مطابق مشرقِ وسطیٰ کے ملکوں کو اوّل و آخر تیل پیدا کرنے والے ممالک خیال کیا جاتا ہے اور جو ہماری اقتصادی خوش حالی کے لیے نہایت اہم ہیں۔

لیکن یہاں اخلاقی اقدار گذشتہ کئی برسوں سے اپنا کردار ادا کرتی چلی آ رہی ہیں۔ بالخصوص جب صدام حسین نے اپنے ہی لوگوں کے خلاف کیمیاوی ہتھیار استعمال کیے۔ تو اس کے خلاف غم و غصّے کے نتیجے میں، جیسے کہ اس وقت اندازہ ہو رہا ہے اس جابر حکمران کا تختہ الٹ چکا ہوتا لیکن کرد عوام اتنے اہم نہیں تھے۔ کیونکہ ان کے پاس برآمد کے لیے تیل نہیں تھا۔ عراق کے ساتھ تجارت جاری رہی۔ برطانوی حکومت نے صدام حکومت کے لیے سرکاری قرضے کی مالیت میں دوگنا اضافہ کر کے اسے 32 کروڑ ڈالر سالانہ کر دیا۔"

دریں اثنا جب کہ جنگ کے بادل امڈتے چلے آ رہے ہیں، پوپ نے جو کاسل گنڈولفو (CASTEL GANDOLFO) میں اپنی گرمائی رہائش گاہ میں مقیم ہیں، بات چیت کے ذریعے مسئلے کے تصفیے پر زور دیا ہے۔ انہوں نے عراق پر "بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی" کرنے پر بھی نکتہ چینی کی ہے۔